سید یونس الحسنی

یادگارِ حلقہ بگوشانِ مصطفیٰ ﷺ

نواب زادہ نصر اللہ خان مرحوم

بالآخر نواب زادہ نصر اللہ خان بھی خلدِ آشیانی ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موت سے کسی کو مفر نہیں، سو یہ بزرگ بھی حکم ربیّ کا ذائقہ چکھ کر امر ہوگئے۔ رہے نام اللہ کا، باقی ہر شئے لاشے ہے۔ وہ ملّی وفاؤں کا پیکر، رفتگاں کی اجلی اداؤں کا حسین مرقع اور جہدِ حریت کی وحشت اثر مسافتوں کے انتھک راہی تھے۔ انہوں نے مفکرِ احرار چودھری افضل حق، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ضیغم احرار شیخ حسام الدین اور مدبر احرار ماسٹر تاج الدین رحمہم اللہ کی ولولہ انگیز رفاقت، قیادت و سیادت میں خارزار سیاست میں قدم رکھا، جب سیاست کا صلہ یقیناً آہنی زنجیریں تھیں۔ یہ اُس دور کی بات ہے جب انقلابات کے تذکار گردن زدنی تھے مگر یہ ہمیشہ ہم جلیس زعماء کے ہم قدم اور ہم نوا رہے۔ مجلس احرار اسلام اُس وقت برصغیر میں برطانوی استعمار کی سب سے بڑی دشمن جماعت تھی۔ نواب زادہ صاحب نے اسی جماعت کے سٹیج کو اپنا مسکن بنایا۔ پنجاب کے یہ واحد زمیندار احراری تھے۔ اُن دنوں اس طبقے کے زیادہ تر لوگ فرنگی حکمرانوں کی دہلیزوں پر توشہ ہائے وفاداری لیے پھرتے تھے۔ ان رسموں کے ''باغی نواب'' کی غیرت وحمیت کو یہ سب کچھ گوارا نہ تھا اور اُنہوں نے اپنے لیے ایسے خارزار راستے کا انتخاب کیا جس میں کٹھنائیاں ہی کٹھنائیاں تھیں، آسودگی نام کو نہ تھی۔ نواب سیف اللہ خان کی گود کا یہ ناز پروردہ اور چیفس کالج لاہور کا تعلیم یافتہ جوانِ رعنا اجنبی راہوں کا مسافر ہوگیا۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ نواب زادہ صاحب کی شخصیت کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کے بعد یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اُن کے تخیلات، افکار و نظریات اور کیف و مستی کے تمام زاویے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، شاعر مشرق علامہ محمد اقبال اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ کے فیضانِ محبت سے مستنیر تھے۔ ان میں ملی غیرتوں اور قومی حمیتوں کی آتش سوزاں کا الاؤ بھڑک رہا تھا جو انہیں سوتے جاگتے ایک ہی نغمہ سناتا کہ بقول اقبال: ''اگر خواہی حیات اندر خطر زی'' (اگر تو زندگی چاہتا ہے تو خطرات میں جینا سیکھ لے) اور یہی نغمہ تادمِ واپسیں ان کا حرزِ جاں رہا جس پر وہ کسی پل، کسی لمحے، کسی گھڑی یا لحظے میں کسی سے کبھی سمجھوتہ نہ کر سکے۔ وہ اس راہ پر اس شان سے چلے کہ بہت جلد آسمانِ مجلس احرار کے نیر تاباں بن گئے تا آنکہ تقسیمِ ہند کے وقت کل ہند مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری اور ترجمان احرار روزنامہ ''آزاد'' کے ایڈیٹر بن گئے۔ قیام پاکستان کے بعد جب حضرت امیر شریعت نے احرار کو انتخابی سیاست سے الگ کر دیا تو وہ ایک اور راستے پر چل نکلے وہ راستہ حقوق انسانی کی محافظت کا

تھا۔شہری آزادیوں کی بحالی و بقا کا راستہ تھا۔ جسے انہوں نے نظامِ جمہوریت کے نفاذ و نفوذ کی جدوجہد کا نام دیا۔اس الگ تھلگ راہ پر گامزن ہونے کے باوصف احرار، حضرت امیر شریعت اور خانوادۂ امیر شریعت سے ان کی عقیدت، محبت اور شفقت پوری آب و تاب کے ساتھ قائم رہی۔قابو چیوں نے اس حسین کیفیت کو دھندلانے کی نامشکور سعی کی مگر وہ کسی عادر کو کبھی خاطر میں نہیں لائے اور اپنا رشتۂ مؤدت و حرمت پوری توانائی کے ساتھ قائم رکھا۔پاکستانی سیاست میں وہ جہاں بھی رہے ہمیشہ صدر نشینوں میں رہے۔جہدِ حریت کے بعد جہدِ جمہوریت میں ان کے ہم سفر تو بہت تھے مگر ان کا ہم سر کوئی نہ تھا۔اس عہدِ نافرجام میں انہوں نے کئی طالع آزماؤں کو پوری قوت سے روکا، ٹوکا اور ہوڑا ہٹکا مگر اُن کی اطاعت کے تازیست منکر رہے۔یہ تاریخی حقیقت ہے کہ احرار نے مجاوروں کی ڈار کی بجائے مجاہدینِ صف شکن کا لشکرِ جرار تیار کیا، جس کے اکابر و اصاغر نے وفاداران اغیار سے کبھی مفاہمت نہیں کی۔نواب زادہ نصر اللہ خان کی حیاتِ مستعار کا ایک ایک لمحہ اور سیاستِ حاضرہ میں بیتا ہوا ایک ایک پل اس عظیم سچائی کا عکاس تھا کہ وہ مجاور نہیں اکل کھرے مجاہد تھے۔اس جمہوری جھمیلے میں بھی وہ اپنے دینی معتقدات سے کبھی دست کش نہیں ہوئے بلکہ خم ٹھونک کر ان کا اظہار کرتے رہے۔

مجھے یاد ہے ۱۹۷۰ء میں گجرات میں اسلامی متحدہ محاذ کے زیر اہتمام ایک بڑے جلسۂ عام میں شرکت کے لیے تشریف لائے۔انہیں بتایا گیا کہ یہاں کے نوابوں نے اپنی کوٹھی میں مرزائیوں کو عبادت گاہ بنا کر دی جو گجرات میں اُن کی واحد پناہ گاہ تھی۔نواب زادہ صاحب اس اطلاع پر سخت برافروختہ ہوئے، ان کا چہرہ لال بھبھوکا ہو گیا۔اپنی تقریر میں انہوں نے فرمایا:

> ''اے گجرات کے نوابو! تف ہے تم پر تف۔تم کلمہ تو سرورِ کائنات ﷺ کا پڑھو، اپنے مسلمان ہونے پر اتراؤ اور اُسی رسول آخریں ﷺ کے دشمنوں اور ان کے منصبِ ختم نبوت کے سارقوں کو پناہ دو۔قسم ہے پروردگار کی، میرے دشمن کے دروازے پر بندھا ہوا کتا تم سے کہیں زیادہ اپنے آقا کا وفادار ہوتا ہے۔''

اُن کے خطاب سے وہاں فدایانِ ختم نبوت کی ڈھارس بندھی اور اُنہیں یہ حوصلہ ہوا کہ وہ کھل کر مرزائیوں اور مرزائی نوازوں کی مخالفت کرنے لگے۔

سیاست کئی روپ بدلتی ہے۔پھر جمہوری سیاست الامان والحفیظ۔اس ملک پر کل کے حکمران جو اقتدار میں آ کر کسی کو پرکاہ کے برابر وقعت نہیں دیتے تھے ہم نے دیکھا کہ وہ نواب زادہ صاحب جنت مکانی کے گھٹنے چھونا اپنے لیے فخر سمجھتے تھے۔آج کے عسکری ناخدا ہی کو لیجیے اپنے مجبور ساتھیوں کی وساطت سے بار ہا رابطے کرتے رہے مگر اُنہیں سرمو کامیابی نہ مل سکی۔وہ روضہ رسول رحمت ﷺ میں باریابی کے بعد وہاں چلے گئے جہاں سے کبھی کوئی لوٹ کر نہیں آیا اور یہ سب ریاکار بندگانِ حرص و آز اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

نوابزادہ نصراللہ خان بلاشبہ اپنی مثال آپ تھے۔ وہ یادگار حلقہ بگوشانِ مصطفٰے تھے۔ اُن کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ وہ عمر بھر صرصر کو صبا، ظلمت کو ضیاء اور آندھی کو ہوا کہنے سے انکاری رہے۔ اُنہوں نے سرگزشت لات ومنات کو ہمیشہ پاؤں کی ٹھوکر پر رکھا۔ خونِ دل سے چراغ لالہ وگل کو روشن رکھنے کی تگ وتاز میں منہمک رہے۔ وہ صبا کا روپ تھے، نظمِ گلستان کا مقطع تھے۔ وہ جو مدت العمر ہمارے نظم وزباں سے مضامین تازہ کے انبار لگاتے رہے' آج ہم میں نہیں رہے اس لئے جمہوری چمن کدوں میں ہنگامۂ فغاں برپا ہے۔ فصل گل پر یکا یک خزاں چھا گئی ہے۔ لاجرم ان کا چلن ہر جمہوری مسافر کے لئے ہمیشہ چراغ راہ رہے گا۔ سید محمد کفیل بخاری اکثر لاہور میں ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوتے اور نواب زادہ صاحب بے پناہ شفقت فرماتے۔ وہ دومرتبہ دفتر احرار نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں تشریف لائے اور اپنے دلآویز خطاب سے نوازا۔ نوابزادہ صاحب نے خانوادۂ امیر شریعت سے مروت کی انتہا کردی تھی۔ اس الفت یگانہ کے پیش نظر فرزندِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری اور ابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری غم واندوہ میں ڈوبے خان گڑھ پہنچے اور نواب زادہ صاحب کے آخری غسل میں شریک ہوئے۔ دوسرے روز نماز جنازہ میں احرار کارکنوں کے وفد کے ہمراہ شریک ہوئے اور پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کیا۔

''حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا''

☆.....☆.....☆

پچھلے شمارے وچ مخلصؔ دی ''پارت'' پڑھ تے

(سرائیکی قطعہ)

اے پل پل اساڈی دعا ہے جو دردر ''نقیب'' پڑھی جے
ہر گالھ نویں، ہر حال نواں، ہر ستر ''نقیب'' پڑھی جے
اے کفیل بخاری دی محنت دا ہے خاص ثمر ''نقیب'' پڑھی جے
میں رحمانؔی دی خواہش ہے جو گھر گھر ''نقیب'' پڑھی جے

(فقیراللہ رحمانی)